ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر محمد اسحاق

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ سپیریئر سائنس کالج پشاور

محمد سید علی

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

امیر تراب

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج گل آباد (دیر لوئر)

خاطر غزنوی کی رپورتاژ نگاری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Dr.Muhammad Ishaq
Associate Professor, Deptt; of Urdu, Government Superior Science College Peshawar.
Muhammad Said Ali
PhD Research Scholar, Punjab University, Lahore.
Amir Turab
Assistant Professor, Government Degree College Gula Abad (Dir Lower).

A Research and Critical Review of Khater Ghaznavi's Reportage

ABSTRACT
Within the literary landscape of Khyber Pakhtunkhwa, Khater Ghaznavi's endeavors to champion Urdu prose literature warrant our admiration. His mastery in prose finds expression in the realm of reportage, a facet of his literary persona that sometimes fades into the background when placed alongside his celebrated poetry. Yet, within Ghaznavi's reportage, one unearths shining exemplars of the art of reporting. In the meticulous examination of his reportage in the current article, the technical attributes that define Ghaznavi as a distinguished reporter are unveiled, shedding light on the underlying intricacies of his craft. This scrutiny not only introduces readers to the foundational elements of artful reportage but also imparts valuable insights into a pivotal chapter of Urdu prose writing in Khyber Pakhtunkhwa.

KEY WORDS: *Khyber Pakhtunkhwa, Khater Ghaznavi, champion, mastery in prose, reportage, distinguished reporter.*

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

نثری ادب میں خاطر غزنوی کے تخلیقی سفر کی ایک اور منزل صنف رپورتاژ نگاری بھی ہے۔ بطور رپورتاژ نگار خاطر کا انتقادی جائزہ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کی کتاب "داستانِ رپورتاژ نگاری" اور پروفیسر گوہر رحمان نوید کے تحقیقی مجموعے "صوبہ سرحد میں اردو ادب" میں شامل ہے۔ مذکورہ ناقدین کے مطابق خاطر غزنوی کو "دبستانِ پختونخوا" کے پہلے رپورتاژ نگار کا اعزاز حاصل ہے۔

رپورتاژ نثری ادب کی جدید تر اکائی ہے۔ یہ صنف اپنی روایت کے آغاز میں تشخص کے بحران سے گزری۔ دیار ادب کی شہریت کے لئے رپورتاژ کو کئی آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ اس کا بنیادی ڈھانچہ یعنی واقعہ نگاری یا رپورٹ نویسی صحافتی اسلوب کی ہم مزاج ہے۔ اس لیے دیار ادب کی شہریت ملنے میں کئی نکتہ ہائے اعتراض مزاحم رہے ہیں۔ دراصل یہ مزاحمت ادب کی چار دیواری کے تحفظ کی نیت سے ہوتی رہی۔ چوں کہ رپورتاژ کے لغوی معنی رپورٹ ہی کے ہیں [۱] لہٰذا بادی النظر میں یہ صحافت سے رشتہ داری میں منسلک محسوس ہوتا ہے۔ اس قضیے کے تناظر میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

"صحافت میں خبر کو عجلت کے ساتھ قاری تک پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور اس ترسیل میں صحافی ایک غیر جانبدارانہ نامہ بر کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اس کے برعکس جب ادب بالعموم اور رپورتاژ بالخصوص خبر کی صداقت کو موضوع بناتا ہے۔ تو اس موضوع کی دوامی حیثیت کو اجاگر کر دیتا ہے۔ اور ادیب اس کی تخلیق میں ایک اہم کردار کی صورت میں شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ رپورتاژ کو اصناف ادب میں شامل کر لیا گیا ہے۔" [۲]

رپورتاژ کے مباحث پر خاطر غزنوی کی گہری نظر رہی ہے۔ وہ رپورتاژ پر لکھے گئے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:

"اگر کوئی رپورتاژ زندہ رہ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی معنویت اور گہرائی کے سبب ادب بن گیا ہے۔ اور جو رپورتاژ غیر فنکارانہ اور انداز تحریر Treatment کے سبب مر گیا وہ صحافت بن گیا۔ صحافت اور رپورتاژ میں اہم فرق یہ ہے کہ صحافت محض واقعہ کا بیان ہے جبکہ واقعات میں معنویت و گہرائی پیدا کرنا اور اسے اہمیت بخشا رپورتاژ کا کام ہے۔" [۳]

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

خاطر کے قلم سے رپورتاژ اس وقت نکلے۔ جب رپورتاژ ابھی گھٹنوں گھٹنوں چل رہا تھا۔ محترمہ طلعت گل کی تحقیق کے مطابق سجاد ظہیر نے ۱۹۴۰ء میں پہلی بار اردو میں باقاعدہ رپورتاژ نگاری کو فن کے طور پر برتا۔ ۱۹۴۵ء میں ترقی پسند مصنفین کی پہلی کل ہند کانفرنس کے موقع پر کرشن چندر نے "پودے" کے نام سے رپورتاژ لکھا۔(۴) قریب قریب اسی دور میں خاطر غزنوی نے پشاور میں بیٹھ کر رپورتاژ نگاری کی بسم اللہ کی۔

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان اس باب میں لکھتے ہیں:

"1945-46ء میں انجمن ترقی اُردو پشاور کی تنقیدی نشستوں کی رپورٹیں پروفیسر خاطر غزنوی بڑی باقاعدگی کے ساتھ لکھتے رہے۔"(۵)

خاطر نے ان روداودں میں رپورتاژ کی حقیقی اور تاثراتی تصویریں پیش کیں۔"(۶)

ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ پیش کش و اظہار کے لئے تخلیقی و ادبی اسلوب بیان وضع کیا گیا۔ یہ کاوش اس لیے بھی قابل تحسین ہے کہ خاطر نے صرف بیس سال کی عمر میں اپنے تخلیقی وجدان کے قرینے سے سیدھی سادی بے رنگ اور پھیکی روداد نگاری کی مقامی روایت میں رپورتاژ کے رنگ ملائے۔ رپورتاژ کو صحافت سے اٹھا کر ادب کے سنگھاسن پر بٹھانے والی صفات میں افسانویت، انشائی مزاج، شخصیت نگاری، شگفتگی اور شاعرانہ انداز بیان کا اچھا خاصا حصہ ہے۔ اگر ان صفات کو رپورتاژ سے منہا کر دیا جائے تو رپورتاژ میں سے تخلیقیت کی روح نکل جائے گی اور یہ ایک سطحی اور صحافتی تحریر سمجھی جائے گی۔ حیرت ہے کہ رپورتاژ کی تخلیقیت کے لوازمات پر بہت کم انتقادی نظر ڈالی گئی ہے۔

مثال کے طور پر "کشاف تنقیدی اصلاحات" میں رپورتاژ کے ضمن میں یہ ادھوری رائے درج ہے:

"رپورتاژ میں واقعات کی معنویت پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ بلکہ رپورتاژ میں اصلی چیز واقعات نہیں ہیں بلکہ وہ معنی ہیں جو لکھنے والے نے واقعات میں دیکھے۔"(۷)

خاطر کی رپورتاژ نگاری معنویت سے آگے کی راہیں تراشتی ہے۔ چوں کہ خاطر نے عہد شباب اور تخلیقی اٹھان کے آغاز میں رپورتاژ لکھے اس لیے ان میں جواں تخلیقی فکر کی امنگ، شوخی، تجربہ کاری، لفظیات کی ذومعنویت اور فقرہ سازی کا تحرک موجزن ہے۔ اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

" (1 ادھر گھنٹہ گھر نے نو بجائے۔۔۔ اور اُدھر "وقار منزل" کے آئینہ خانے میں انجمن ترقی اُردو کے پندرہ روزہ تنقیدی جلسے کی صدارت کے لیے سید مبارک حسین عاجزؔ نے سید

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

شاکر بغدادیؔ صاحب کا نام پیش کیا اور سید فارغؔ بخاری نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ تین سیدوں کا معاملہ تھا۔ کسی نے بھی اس مساوی الاضلاع مثلث میں زاویہ قائمہ بننے کی کوشش نہ کی اور اس تثلیث مقدس کی بات رہ گئی۔"(۸)

"(2 فارغ بخاری نے پچھلے جلسے کی روداد سنائی۔ شوکتؔ واسطی نے بسم اللہ کہہ کر اپنا پہلا اعتراض میدان میں لڑھکا دیا۔ کسی کو بھی ان کی دل شکنی منظور نہ تھی۔ طے پایا کہ آئندہ جب کبھی روداد میں افسانے کا ذکر ہو تو اس میں افسانے کا خلاصہ ضرور دیا جائے گا۔"(۹)

خاطر نے جلسے کی روداد نہیں لکھی جلسے کے بدلتے ہوئے تنقیدی تیور و مزاج کی تصویر کشی بھی کی ہے۔ انہوں نے سخن در سخن کی کیفیت کو ڈرامائیت کے ذریعے شگفتہ اور پر معنی بناتے ہوئے شرکائے جلسہ کی آراء کی بکھری کڑیوں کو مرکزیت کے تحت پرو دیا ہے۔ اور مجلسی تنقید اور اختلاف رائے کے تناؤ سے ادبیت کی توانائی تخلیق کی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"مظہر نے شوکت کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا کہ ادبستان کا تذکرہ بہت کم ہے۔ جتنی اس کی خدمات یا کارکردگی تھی۔ مقالہ نگار نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا لیکن اس بارے میں شوکت اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔ اور مظہر اپنی ضد پر۔ شوکت نے ایک نئی کروٹ لی۔"(۱۰)

اگر خاطر کی رپورتاژ نگاری کا فنی تجزیہ کیا جائے اور اسے زبان و بیان کی جزئیات میں دیکھا جائے تو ان اوصاف کو سمیٹ کر رپورتاژ کی تعریف، حدود و مزاج کا تعین بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ خاطر نے پشاور کی ادبی محافل و مباحث کو حقیقت و تخیل کی آمیزش سے یوں محفوظ کیا ہے کہ آج بھی ہم "ادبیات پختونخوا" کے ابتدائی دور کے تخلیقی ذہن کے میلانات و رجحانات کی دھندلی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ خاطر کی رپورتاژ نگاری بتاتی ہے کہ رپورتاژ صرف "حکایت لذیذ" نہیں ہے۔ بلکہ ادبی تاریخ نگاری کا بنیادی حوالہ بھی ہے۔ خاطر کی رپورتاژیں اس ادبی ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ نظر آتی ہیں۔ یہ ایسی دستاویز ہیں جن میں اس عہد کے تخلیقی ذہن اور نثری ذائقے کا ایک نمونہ بھی پایا جاتا ہے۔ یہ رپورتاژ نگاری مؤرخ کے لیے ماضی کا یہ ایک روشن حوالہ بن سکتی ہیں۔ اس لیے یہ خیبر پختونخوا کی مجلسی تنقید و تنقیدی شعور کی تحلیل نفسی کی ناگزیر جہت نامے سے کم نہیں ہیں۔ اس کی وضاحت اس مثال سے ہو سکتی ہے:

"اس مقالے کا عنوان تھا، "سرحد میں اردو ادب کے جدید رجحانات" اس مقالے میں سرحد کے سب سے پہلے اردو شاعر قاسم خان آفریدی سے جدید دور تک اردو ادب کی تاریخ کا ایک ہلکا سا خاکہ تھا۔ اس کے بعد نئی ترتیب پرانے اور نئے شعراء کے اشعار کا تجزیہ تھا۔"(۱۱)

مذکورہ مقالے پر تنقیدی بحث کے اہم نکات و استفسارات و اختلافات کا عطر اس رپور تاژ کے سانچے میں محفوظ ہے۔ جس کے مطالعے و تجزیئے سے محقق صوبہ پختونخوا کی اردو ادبی روایت کی اٹھان کے انداز کو سمجھ سکتا ہے۔ انہی محاسن کو دیکھ کر احمد ندیم قاسمی نے ۱۵ فروری ۱۹۴۷ء کی نشست میں خاطر کے طرز نگارش کو سراہا۔ مذکورہ تاریخ کی روداد کا یہ ٹکڑا دیکھئے:

"رضا ہمدانی نے سیکرٹری کی حیثیت سے سب سے پہلے پچھلے پندرھواڑے کے جلسے کی روداد (محررہ خاطر غزنوی) پڑھی۔ اس روداد کے طرز سے متاثر ہو کر احمد ندیم قاسمی صاحب پکارے بغیر نہ رہ سکے کہ اس روداد نے افسانے کی کمی پوری کر دی ہے۔"(۱۲)

رپور تاژ نگاری کی روایت بڑھانے میں خاطر غزنوی کے حصے کو سراہتے ہوئے پروفیسر گوہر رحمان نوید لکھتے ہیں:

"صوبہ سرحد میں اس صنف ادب کے اولین نقوش خاطر غزنوی کی ایک غیر مطبوعہ تحریر کی صورت میں موجود ہیں۔ انہوں نے انجمن ترقیٔ اردو پشاور کے ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کے اجلاس کی روداد قلم بند کی ہے۔"(۱۳)

گوہر نوید درج بالا رائے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ خاطر نے صرف ۲۹ جنوری ۱۹۴۶ء کے ایک ہی اجلاس کی روداد لکھی تھی۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کا تاثر نامہ بھی یہی ہے۔ وہ "داستان رپور تاژ نگاری" میں لکھتے ہیں:

"1944-46 میں انجمن ترقی پسند اردو پشاور کی تنقیدی نشستوں کی رپورٹیں پروفیسر خاطر غزنوی بڑی باقاعدگی کے ساتھ لکھتے رہے۔"(۱۴)

جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انجمن ترقی اردو پشاور ۱۹۴۱ء میں بنی(۱۵) اور خاطر ۱۹۴۳ء میں اس سے وابستہ ہو چکے تھے۔ لہذا قیاس کیا جاتا ہے کہ خاطر نے اسی زمانے (۱۹۴۳ء) میں یہ رودادیں لکھنا شروع کیں

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اور یہ سلسلہ قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔ جس کا سراغ پروفیسر شرر نعمانی مقالے (مطبوعہ "خیابان" دسمبر ۱۹۵۴ء) میں بھی ملتا ہے۔

پروفیسر خاطر کی رپورتاژ نگاری ان رودادوں پر ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ سلسلہ آگے بھی بڑھتا ہے۔ ان کی مزید دو رپورتاژیں ان کی کتاب "ایک کمرہ" کا حصہ ہیں۔ جو "چراغ تلے اندھیرا" کے مصداق رپورتاژ کے مباحث میں کسی شمار قطار میں نہ آسکیں۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان مرحوم نے بھی اسے "داستان تاریخ رپورتاژ نگاری" جیسی مفصل تحقیقی کتاب میں جگہ نہ دی۔ بالفرض ڈاکٹر ظہور اعوان کے نزدیک یہ تحریریں رپورتاژ نہیں ہیں تو پھر انجمن ترقیٔ اردو پشاور کی رودادیں (محررہ خاطر غزنوی) کو بھی رپورتاژ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تحریریں بھی دراصل ادبی انجمنوں کے اجلاسوں / مشاعروں کی رودادیں ہیں جو کہ خاطر کی ابتدائی رودادوں سے زیادہ مرصع و مسجع ہیں۔ خود خاطر نے ان کو روداد قرار دیا ہے۔ خاطر کی رائے کے مطابق:

> "ایک کمرہ۔۔۔ محض ایک کمرہ نہیں، یہ ابتداء ہے، عروج ہے، منبع ہے، سرچشمہ ہے، ادب و شعر کا، تہذیب و تمدن کا، ثقافت کا، سرحد میں اردو زبان و ادب کا۔۔۔ زیر نظر کتاب اسی ادبی تحریک کی داستان ہے، روداد ہے، ایک تاریخی دستاویز ہے، جس میں چہرے ہیں، عظیم لوگوں کے، جنھوں نے شعر و ادب کے لیے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیں، ایک خاکہ ہے، ادب کا، شعر کا، مقالہ و افسانے کا۔۔۔ اور خود یہ کمرہ عظیم شخصیتوں کے خاکوں سے بھرا ہوا ہے۔"(۱۶)

خاطر کی لفظیات دیکھیں وہ خود "ایک کمرہ" ادبی تحریک کی داستان، روداد، اور تاریخی دستاویز قرار دے رہے ہیں۔ چوں کہ ان رپورتاژوں میں ادیبوں کی قلمی تصویریں اور حلیہ نگاری ملتی ہے۔ اس لیے ان تحریروں کا ذکر ضمنی طور پر خاکہ نگاری کے دائرے میں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان تحریروں کو صرف اسی بنیاد پر صنف خاکہ تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ ان کی بنیادی اکائی خاکہ نہیں واقعہ نگاری ہے۔ دراصل حلیہ نگاری اور قلمی تصویر کشی اپنی جگہ رپورتاژ کی تکنیک کا حصہ ہیں۔ خاکے کا موضوع اول و آخر شخص یا شخصیت ہوتا ہے۔ جبکہ رپورتاژ کا موضوع واقعہ یا واقعات ہوتے ہیں۔ اب ظاہر ہے۔ واقعات کے محرک شخصیات ہی ہوتی ہیں۔ لہٰذا رپورتاژ نگاری میں بر سبیل تذکرہ قلمی تصویر کشی یا حلیہ نگاری پر قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ قلمی تصویر کشی، حلیہ نگاری یا کردار نگاری ایسی چلتی پھرتی تصویریں ہیں۔ جو حقیقی واقعہ نگاری میں تخلیق اور تخیل کی آمیزش کرتی ہیں اور یوں قاری کا ذوق لطیف اسے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

احساس دلاتا ہے کہ وہ ادب رنگ فضا میں سانس لے رہا ہے۔اس لیے ''ایک کمرہ'' کی رپورتاژیں محض قلمی تصویروں اور حلیہ نگاری کی بنیاد پر صرف خاکہ نگاری میں ضمنی تذکرے تک محدود نہیں کی جاسکتیں بلکہ اس کی انتقادی حدود اور جانچ پڑتال صنف رپورتاژ کے دائرے میں بھی ضروری ہے۔ گویا رپورتاژ کا خاکہ نگاری یا قلمی چہرے سے فنی رشتہ موجود ہے۔خاطر کے ان فراموش شدہ رپورتاژوں میں ''جشن مہتاب'' کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ پشاور کے ایک یادگار تاریخی مشاعرے کی داستان ہے۔۲۳ مئی ۱۹۴۸ء رات ۱۰ بجے کو شاہ ولی قتال (قصہ خوانی) پشاور میں ہونے والے اس مشاعرے کا اہتمام انجمن ترقی اردو پشاور نے کیا تھا۔خاطر اس مشاعرے میں بطور شاعر موجود تھے۔اس لیے مشاعرے کا احوال ان کے چشم دید واقعات پر مشتمل ہے۔''جشن مہتاب'' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاعرہ خصوصی اہتمام کے ساتھ برپا ہوا۔انجمن نے اسے تہذیب کی تخلیقی سرگرمی کے طور پر منایا۔ حتی الامکان مشاعرے کی روایت کے لوازمات کا اہتمام کیا گیا۔اسی لیے یہ ایک یادگار مشاعرہ ٹھہرا۔خاطر رپورتاژ کے آغاز میں مشاعرے کی نشست گاہ کے مناظر کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

> ''چاند کی چودھویں رات ہے۔احاطۂ شاہ ولی قتال کے وسیع میدان میں سفید پاندانیاں بچھی ہوئی ہیں۔اور ان پر سفید گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں۔چاندنیوں پر ہر طرف چنبیلی کے پھول بکھرے ہوئے اپنی رو پہلی خوشبو سے اجلی فضا کو معطر کر رہے ہیں۔ ہر طرف شہر کے معززین، ممتاز افسر، صحافی، ملک کے مشہور شعراء ادباء اور مقامی ادبی انجمنوں کے نمائندے تشریف فرما ہیں۔ان مہمانوں میں جناب ن۔م۔راشد، الطاف گوہر اور حمید نسیم قابل ذکر ہیں۔''(۱۷)

اس مشاعرے کی حسن ترتیب میں یہ اہتمام شامل ہے کہ عین نصف شب جب چودھویں کا چاند اپنے جوبن پر ہو تو دربار مہتاب میں شعراء کا کلام بنام مہتاب پڑھا جائے۔اس لیے قبل از مشاعرہ مضامین کی صورت میں چاند اور چاندنی کی طلسم کاری کو سراہا جائے۔چاند سے شاعروں کی محبت عہد بہ عہد کی داستان ہے۔ہر دور کے شاعر اور داستان گو نے چاند کا جشن منایا ہے۔وادئ پشاور کے اس پہلے ''جشن مہتاب'' میں بھی اس نغمے اور داستان کی تجدید کی گئی ہے۔خاطر کے قلم سے ''جشن مہتاب'' کی حسن ترتیب ملاحظہ کیجیے:

> صدارت سید ضیاء جعفری، پہلی کرن (خطبۂ صدارت)، سید ضیاء جعفری، چاند (نظم علامہ اقبالؒ)، مجید شاہد، سہیل نور، آرکسٹر، غالب چاندنی رات میں، خواجہ شمیم بھیروی، رحمان

بابا شب ماہ میں، نثار احمد شباب، چاند کا گیت، خاطر غزنوی، چاندنی (تاثرات)، سید مظہر گیلانی، پنچھی باوا چاند سے پریت لگائے، خورشید بیگم، چاند کا رومان (افسانہ)، نذیر مرزا برلاس، کرنیں (منتخب اشعار)، عبدالودود قمر، مہ پارے (گیتوں بھری کہانی)، سید فارغ بخاری، عکس ماہتاب (ادب لطیف)، رضا ہمدانی، بزم مہتاب (مشاعرہ)، سید مظہر گیلانی، عشرت ملک، مجید شاہد، احمد فراز، بدر انجمی، محسن احسان، فرید عرش، شوکت واسطی، اعجاز شمس، اختر جعفری۔"(۱۸)

اس رپورتاژ میں مرکزیت واقعات کی معنویت کو حاصل ہے۔ اور اس معنویت کا تقدس قیام پاکستان کی دین ہے۔ انجمن کے زیر اہتمام خیبر پختونخوا کا یہ پہلا جشن مہتاب آزاد فضائوں کے پرسکون لمحوں کی دین ہے۔ خاطر خطبہ ٔصدارت سے ان لمحات کے تقدس کو کشید تے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ تازہ انقلاب جس سے آپ کو آزاد مملکت حاصل ہوئی ہے۔ قومی انقلاب ہے۔ یہ پہلا وقت ہے کہ قوم نے اپنے عزم و استقلال کے بل پر غیروں کے پنجے سے خلاصی حاصل کر کے، نئی زندگی اور آزادی حاصل کی۔ اب تک ہماری زندگی اپنی نہیں تھی۔ محض نقالی تھی۔ دوسروں کے رحم و کرم پر تھی۔ یہ ہے، چاندنی، شعر اور نغمے کا خوش گوار امتزاج، ہماری اس تمام جدوجہد کا مقصد دماغی تعیش اور ذہنی تلذذ نہیں۔ بلکہ اس کے پس منظر میں اردو زبان اور اردو کلچر کی نشوونما، ارتقاء، قومی ضمیر کی بیداری اور اردو زبان کو مقبول عام بنانے کا پاکیزہ جذبہ ہے۔"(۱۹)

خاطر نے "جشن مہتاب" کی اس محفل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جوڑ کر چاند کی خوش رنگ تصویر تخلیق کی ہے۔ انہوں نے فنون لطیفہ کی بکھری کڑیوں کو ہلکی پھلکی فلسفہ طرازی کے خوش گوار بیانیے میں سمیٹا ہے۔ اس کی روح میں حقیقی واقعات اور پیکر میں رومانوی اسلوب کی اثر انگیزی ہے۔ خطبہ ٔصدارت کے بعد جب "جشن مہتاب" میں موسیقی کی لے اٹھتی ہے۔ تو خاطر رپورتاژ کے اس موڑ پر سخن در سخن ادب اور موسیقی کے تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں:

"شعر اور موسیقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ایک دوسرے سے اتنے قریب اور ایسے ملے جلے ہیں کہ ایک معلوم ہوتے ہیں۔ شعر ترنم ہی کی صوتی ترجمانی ہے۔ دنیا کے تمام راگ

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

راگنیاں در حقیقت شعر کے اوزان ہیں۔ شعر نغمے کی تخلیق کرتا ہے۔ شعر کی مقبولیت اور اثر انگیزی کا راز ترنم اور موسیقیت میں پنہاں ہے۔"(۲۰)

۱۹۴۸ء کا یہ نثری ٹکڑا اپنے اندر انشائیے کے مزاج کی دھندلی تصویر لیے ہوئے ہے۔ اس رپورتاژ کی پوری فضا پر چاندنی کی خمار آور کیفیت طاری ہے۔ "جشن مہتاب" کے بدلتے منظروں کے لیے خاطر نے کرن کا برجستہ اور موزوں لفظ تراشا ہے۔ اگلا منظر تخلیقی ذہن رسا کا دلآویز اظہار ہے۔ "مرزا غالبؔ چاندنی رات میں" دراصل ایک پر لطف فیچر ہے۔ خواجہ شمیم بھیروی نے غالبؔ کے کلام اور ڈکشن سے چاند، چاندنی اور رات کی مضمون آفرینیاں چنیں اور اسے ایک تمثیل کے روپ میں کاغذ پر اتارا۔ خاطر جشن کی اس "کرن" کی نمود کا اعلان ان جملوں میں کرتے ہیں:

"ایسے میں خواجہ شمیم بھیری مرزا غالبؔ کو اس رنگین محفل میں کھینچ لائے ہیں۔ لیجیے سنیے ان کا فیچر "

خاطر اگلی "کرن" کو رپورتاژ میں یوں پروتے ہیں:

"مرزا غالبؔ کو آپ نے چاندنی رات میں دیکھ لیا۔ نثار احمد شباب حسینی "عبد الرحمان باباؒ کو اس محفل میں ہاتھ سے پکڑے چلے آتے ہیں۔ بظاہر کاغذ۔۔۔ اور کاغذ میں رحمان باباؒ نثار احمد شباب حسینی سناتے ہیں۔ رحمان بابا شب ماہ میں۔"(۲۱)

۳۶ صفحات پر پھیلے ہوئے "جشن مہتاب" میں خاطر کی تخلیقی شخصیت سے فن رپورتاژ کی کرنیں جابجا پھوٹتی ہیں۔ خاطر نے ۲۳ برس کی عمر میں یہ رپورتاژ لکھا اسے اگر خاطر کی رپورتاژ نگاری کا پیمانہ سمجھا جائے تو یہ فن رپورتاژ کے بنیادی مطالبات کا تکمیل نامہ ہے۔ انہوں نے خارجی واقعات کی تحریک کو ذات کی داخلی محسوسات سے ہم آہنگ کرتے ہوئے ادبی اقدار کی پاسداری کی۔ خاطر واقعہ برائے واقعہ نہیں لکھتے بلکہ اس میں تصویر کشی، انشائی مزاج، حظ، وحدت تاثر اور ڈکشن کے رومانوی آہنگ کو بھی رواں دواں لے میں سموتے ہیں۔ گزرے ہوئے زمانے کو حال کے صیغے میں لکھ کر مسلسل یہ احساس دلاتے ہیں کہ پڑھنے والا بھی اس "جشن مہتاب" کا حصہ ہے۔ مشاہدے کو تخیل میں گوندھنے کے بعد موثر و مربوط بیانیے میں لپٹا ہوا یہ رپورتاژ نگاری پختونخوا میں رپورتاژ نگاری کی روایت کا نشان امتیاز ہے۔ اس میں کہیں بھی اندازِ صحافت کی آمیزش نہیں ہے۔ ایک ایسے دور میں جب کہ ابھی رپورتاژ کے اصول مرتب شدہ صورت میں رہنمائی کے لیے موجود نہ تھے۔ خاطر کا یہ رپورتاژ فن رپورتاژ کے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تخلیقی امکانات کا پیش لفظ ثابت ہوتا ہے۔ آج بھی رپورتاژ کے فنی آئین کا ''جشن مہتاب'' پر انطباق کیا جائے تو محاسن کا پلڑا بھاری نظر آئے گا۔

''ایک کمرہ'' بھی رپورتاژ کا خدوخال نامہ ہے۔ اہل تحقیق و تنقید نے اسے خاکہ نگاری کے باب میں گڈ مڈ کرتے ہوئے اسے تشخص کے بحران میں لا پھینکا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے کھل کر خاکے کی صنف سے موسوم بھی نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ اس میں موضوع کی روح شخصیات نہیں بلکہ روایت ساز ادبی محافل ہیں۔ یہ محافل دراصل جدید تخلیقی ذہن کی تربیت گاہیں اور نئے ادبی رجحانات کی پرورش گاہیں رہی ہیں۔ فارغؔ بخاری، خاطرؔ غزنوی، احمد فرازؔ اور رضاؔ ہمدانی سمیت کئی اہل قلم نے یہاں سے علم و ادب کے تخلیقی قرینے سیکھے۔ اس تناظر میں خاطر غزنوی لکھتے ہیں:

> ''یہ وہ مقدس مقامات تھے اور ہیں۔ جہاں شعر و ادب پروان چڑھے۔ یہ وہ مے خانے تھے اور ہیں جن کے دروازے سب کے لیے کھلے رہے ہیں۔ سب رندان ادب یہاں شعر کی شراب اور نثر کی گزک سے لذت یاب ہوتے رہے ہیں۔''(۲۲)

خاطر بھی ادب کے ان مے خواروں میں زندگی کے سنہرے دن گزارنے والے تخلیق کار تھے۔ ادبی بزم آرائیاں ان کے سامنے برپا ہوتی رہیں۔ وہ بھی اس ادبی روایت کے حصہ دار رہے ہیں۔ انہوں نے پشاور کی اجتماعی ادبی زندگی کے روز و شب اور اس کی دھوپ چھاؤں کے گرم سرد ذائقے چکھے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ ایک ایک کرکے تخلیق کاروں اور ادبی رجحانات کے رنگ ایک بڑے کینوس پر پھیلاتے ہیں۔ یہ ادبی کوائف ان کی قوت مشاہدہ سے گزر کر دائمی زندگی کا روپ دھارتے ہیں۔ خاطر نے اس رپورتاژ میں سنجیدہ تاریخ نگاری کی ہے نہ ہی تنقید نگاری کو برتا ہے۔ یہ ایک نوع کی داستان گوئی ہے۔ یہ شہر پشاور کا ادبی جغرافیہ ہے۔ جو خاطر کے ذوق ایجاد کے وسیلے سے ماضی کو حال سے ہم کنار کرتا ہے۔ خاطر کا انداز تحریر میکانکی نہیں ہے۔ ان کا ڈکشن صداقت کے دائرے میں رہ کر تخلیقی مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ ''ایک کمرہ'' کی رپورتاژوں میں ایک والہانہ پن حظ اور تخلیقی کیفیت ملتی ہے۔ جو معیاری ادب کا خاصا ہے۔ خاطر نے ماضی کی یہ امانتیں رپورتاژ کی الماری میں محفوظ رکھ کر نہ صرف خیبر پختونخوا میں رپورتاژ نگاری کے دامن کو وسعت دی ہے۔ بلکہ تخلیقی ارتقاء کے مآخذات اور مخازن کو بھی ادبی اوراق میں محفوظ کیا۔ خاطر رپورتاژ نگاری کے ایک ایسے منصب پر فائز ہیں جس تک بہت کم تخلیق کاروں کو رسائی حاصل رہی ہے۔ یہ

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

رپورتاژیں اس خطے کی ادبیات کے حوالہ جات کا حصہ ہیں۔ لہذا رپورتاژ نگاری کی پگڈنڈی پر خاطر کے قدموں کے نشانات آج بھی ثبت ہیں۔

حوالہ جات

(۱) ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ص۷۵

(۲) ڈاکٹر انور سدید ، بر سبیل تذکرہ، مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۹۰ء، ص۳۰۷،۳۰۸

(۳) خاطر غزنوی، رپورتاژ، مشمولہ "خیابان" (اصناف نثر نمبر) ص۲۸۸

(۴) طلعت گل، اردو میں رپورتاژ کی روایت، شبانہ پبلی کیشنز، دہلی، اپریل ۱۹۹۲ء، ص۲۰۶

(۵) ڈاکٹر ظہور احمد اعوان، داستانِ تاریخ رپورتاژ نگاری، ادارۂ علم و فن، پشاور ۲۰۰۰ء، ص۲۰۴

(۶) خیابان (اصناف نثر نمبر) ص۲۹۱

(۷) ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ص۸۵

(۸) خاطر غزنوی، روداد جلسہ انجمن ترقی اردو، (غیر مطبوعہ) ۲۹ جنوری ۱۹۴۶ء

(۹) ایضاً

(۱۰) ایضاً

(۱۱) ایضاً

(۱۲) ایضاً

(۱۳) گوہر رحمان نوید، صوبہ سرحد میں اردو ادب، یونیورسٹی پبلشرز پشاور، مارچ ۲۰۱۰ء، ص۳۳۶

(۱۴) ڈاکٹر ظہور احمد اعوان، داستان تاریخ رپورتاژ نگاری، ص۲۰۶

(۱۵) خاطر غزنوی، ایک کمرہ، سینڈیکیٹ آف رائٹرز، پشاور، ۲۰۰۱ء، ص۸۷

(۱۶) ایضاً ص۹،۱۰

(۱۷) خاطر غزنوی، جشن مہتاب، مشمولہ "ایک کمرہ"، ص۱۴

(۱۸) ایضاً ص۱۳۹،۱۴۰

(۱۹) ایضاً ص۱۴۲،۱۴۳

(۲۰) ایضاً ص۱۴۳

(۲۱) ایضاً ص۱۵۳

(۲۲) ایضاً ص۱۰